مولای صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

درسِ حدیث

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ کے زیر اہتمام ہر اتوار کو نمازِ مغرب کے بعد جامعہ مدنیہ میں "مجلسِ ذکر" منعقد ہوتی تھی۔ ذکر سے فارغ ہو کر حضرت رحمہ اللہ حدیث شریف کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ ذکر و بیان کی یہ مبارک اور پُر روح پرور محفل کس قدر جاذب و پُرکشش ہوتی تھی الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

محترم الحاج محمود احمد عارف کی خواہش و فرمائش پر عزیز بھائی شاہد صاحب سلمہٗ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے بہت سے دروس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لیے تھے اور پھر دروس والی تمام کیسٹیں انہوں نے مولانا سید محمود میاں صاحب کو عطا کر دیں۔

ہماری دعا ہے کہ جن کی مہربانی، توجہ اور سعی سے یہ انمول علمی جواہر ریزے ہمارے ہاتھ لگے، حق تعالیٰ اُن سب کو بیش از بیش اجر سے نوازے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ یہ قیمتی لؤلؤ لالا "انوارِ مدینہ" کے ذریعہ حضرت رحمہ اللہ کے مریدین و احباب تک قسط وار پہنچاتے رہیں گے۔

واضح رہے کہ حضرت کے خلفِ اکبر اور جانشین حضرت مولانا سید رشید میاں صاحب کے زیر اہتمام ذکر و درس کا یہ سلسلہ بفضلہ تعالیٰ اب بھی جاری ہے۔

ہنوز آں ابرِ رحمت درفشاں است — خم و خمخانہ با مہر و نشان است

کیسٹ ١٦ سائیڈ اے ٨٢-١٠-٢٢

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

اَمَّا بَعْدُ! عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ الْمَخْرَمَۃِ قَالَ لَمَّا طُعِنَ عُمَرُ جَعَلَ یَأْلَمُ فَقَالَ لَہٗ ابْنُ عَبَّاسٍ وَکَاَنَّہٗ یُجَزِّعُہٗ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا کُلَّ ذٰلِکَ لَقَدْ صَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَہٗ ثُمَّ فَارَقَکَ وَھُوَ عَنْکَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ اَبَابَکْرٍ فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَہٗ ثُمَّ فَارَقَکَ وَھُوَ عَنْکَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ الْمُسْلِمِیْنَ فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَھُمْ وَلَئِنْ فَارَقْتَھُمْ لَتُفَارِقَنَّھُمْ وَھُمْ عَنْکَ رَاضُوْنَ قَالَ اَمَّا مَا ذَکَرْتَ مِنْ صُحْبَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرِضَاہُ فَاِنَّمَا ذٰلِکَ مَنٌّ مِنَ اللّٰہِ مَنَّ بِہٖ عَلَیَّ وَاَمَّا مَا ذَکَرْتَ مِنْ صُحْبَۃِ اَبِیْ بَکْرٍ وَّرِضَاہُ فَاِنَّمَا ذٰلِکَ مَنٌّ مِنَ اللّٰہِ مَنَّ بِہٖ عَلَیَّ وَاَمَّا مَا تَرٰی مِنْ جَزَعِیْ فَھُوَ مِنْ اَجْلِکَ وَمِنْ اَجْلِ اَصْحَابِکَ وَاللّٰہِ لَوْ اَنَّ لِیْ طِلَاعَ الْاَرْضِ ذَھَبًا لَافْتَدَیْتُ بِہٖ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ قَبْلَ اَنْ اَرَاہُ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ٥٥٩)

"حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (ابولؤلؤ کے خنجر سے) زخمی ہوئے تو کرب و بے چینی کا اظہار کرنے لگے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے (یہ صورت حال دیکھ کر) حضرت عمرؓ کو تسلّی و تشفی دی اور کہا کہ امیرالمؤمنین یہ سب (جزع و فزع اور بے قراری آپ کے شایانِ شان) نہیں ہے، آپ تو وہ ہستی ہیں جنہیں رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت و رفاقت کا شرف حاصل ہوا اور بہت اچھی صحبت حاصل ہوئی اور رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم اس حال میں آپ سے جدا ہوئے کہ آپ سے راضی و خوش تھے۔ پھر ابوبکر صدیقؓ کی رفاقت و مجالست آپ کو نصیب ہوئی اور ان کے ساتھ بھی آپ کی رفاقت بہت اچھی رہی یہاں تک کہ جب وہ آپ سے جدا ہوئے تو آپ سے خوش تھے، پھر (اپنی خلافت کے زمانے میں) آپ کو مسلمانوں کی خدمت اور رفاقت کا موقع ملا اور ان کی خدمت و رفاقت کا فریضہ بھی آپ نے بڑی اچھی طرح نبھایا، اب اگر آپ مسلمانوں سے جدا ہوں گے تو اس حال میں جدا ہوں گے کہ تمام مسلمان آپ سے راضی اور خوش ہیں۔ فاروق اعظمؓ نے (یہ سن کر) فرمایا: (اے ابن عباسؓ) تم نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت اور رضامندی کا جو ذکر کیا ہے تو بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک بڑا احسان ہے جو اس نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھ پر کیا ہے، اسی طرح تم نے حضرت ابوبکرؓ کی صحبت و رفاقت اور ان کی خوشنودی کا ذکر کیا ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کا ایک بڑا احسان ہے جس کے ذریعہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے سرفراز کیا ہے رہی میری بے صبری و بے قراری جو تم دیکھ رہے ہو (تو اس کا تعلق زخم کی تکلیف اور درد و بے چینی پر جزع و فزع سے نہیں ہے بلکہ درحقیقت) یہ تمہارے اور تمہارے ______ دوستوں اور ساتھیوں کے سبب سے ہے خدا کی قسم، اگر میرے پاس تمام زمین کے برابر سونا ہو تو میں اس کو اللہ کے عذاب کے بدلے میں قربان کر دوں اس سے پہلے کہ میں اللہ کو (یا اللہ کے عذاب کو) دیکھوں۔"

ایک صحابی ہیں حضرت مسور بن مخرمہؓ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب زخمی کیا گیا جَعَلَ یَأْلَمُ وہ کچھ اَلَم درد بے چینی کی کیفیت محسوس فرماتے رہے اُن کے قریب ہی حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما تھے حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضور (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے چچازاد بھائی ہیں، اس واسطے سب ان کی توقیر

تعظیم کرتے تھے، مزید یہ ہُوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمادی تھی کہ خداوند کریم ان کو اپنی کتاب کا علم عطا فرما، تو علم اُن کا بڑھتا ہی چلا گیا، سمجھداری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت اور علم یہ سب باتیں ان میں جمع تھیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِنہیں اپنے قریب رکھا کرتے تھے، سوالات کرتے رہتے تھے۔ امتحانی سوالات بھی کر لیتے تھے۔ مسئلہ حل کرنا ہوتا تو وہ بھی کر لیتے تھے، مختلف صورتیں چلتی رہتی تھیں، اِن کے بارے میں جو بڑی عُمر کے صحابہ کرام تھے اُنھوں نے کہا کہ ہمیں تکلف ہوتا ہے۔ اِنَّ لَنَا اَبْنَآءً ہمارے تو اُن جیسے بچے ہیں جتنی عُمر کے یہ ہیں ہماری اولاد ہیں یہ، ہماری اولاد کی برابر ہیں ــــــــــ اور پھر یہ کہ ان کا تجربہ تو اتنا نہیں ہے کوئی بات کرنی ہوتی ہے کوئی مشورہ کرنا ہوتا ہے اس میں ہمیں تکلف ہوتا ہے اور ان کا موجود رہنا ضرورت سے زائد چیز ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن مظاہرہ کیا جب یہ آئے وہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے ایک سوال کیا سب لوگوں سے، آپ لوگ یہ بتلائیں کہ سورۂ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ کیوں نازل ہُوئی۔ اُس کی غرض و غایت کیا تھی؟ کچھ لوگوں نے کہا کہ اس میں فتوحات کی خبر دی گئی ہے کہ اللہ کی طرف سے مدد آئے گی اور جب یہ ہو تو پھر آپ اللہ کی تسبیح و تقدیس کریں، کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ، آپ نے حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما سے پُوچھا آخر میں کہ یہ کیا ہے؟ سورۂ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ کے نزول کا مقصد کیا ہے؟ تو اُنھوں نے جواب دیا کہ سورۂ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کی خبر دی گئی ہے کہ آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا ہے۔ اَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ــــــــــ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مَا اَعْلَمُ مِنْھَا اِلَّا مَا تَعْلَمُ میں بھی اتنا ہی جانتا ہُوں جتنا تم جانتے ہو، یہ اُنھوں نے ایک سوال کیا جس سے ان کی علمی گہرائی اس امتحانی سوال کے جواب سے سب کے سامنے آگئی یہ گویا ان لوگوں کے اشکال کا جواب ہوگیا کہ انہیں بٹھانا جو ہے وہ اس لیے ہے۔

آج اگر کوئی بڑے قانون دان آدمی کو اپنے قریب بٹھاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قانون چونکہ یہاں یہی ہے اُسی کا جاننے والا پاس بیٹھے، اُسے مستحسن نظروں سے دیکھا جائے گا اچھی نظروں سے دیکھا جائے گا۔ اُس زمانے میں قانون یہی ایک تھا۔ قرآن اور حدیث اور فقہ تو اِس لیے اِن کا بٹھانا

ایک ایسے آدمی کا بٹھانا تھا جو گویا بڑا قانون دان عالم ہو۔ قانون کا عالم، اس کے علاوہ بعض دفعہ ایسے ہوتا ہے کہ آدمی کو ایک چیز سے شغف ہے وہ اسی کی طرف لگا رہتا ہے دوسری طرف اس سے کبھو بھی، بات بھی کرو تو بے دلی سے بات کرتا ہے، ذہن ہی نہیں چلتا اُس طرف توجہ ہی نہیں دیتا۔ یہ بات بھی ہوتی ہے بعض دفعہ عالم ہیں علمیت ہے ______ سب کچھ ہے، لیکن کوئی چیز پیش آجائے کسی اور قسم کی جس کا تعلق اُن سے نہ ہو اُس سے وہ کچھ قطع تعلق کر لیتا ہے۔ لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذہن ہر طرف چلتا تھا وہ مجاہد بھی تھے وہ سیاسی بھی تھے۔ وہ عالم بھی تھے

جس دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ ہوا ہے۔ فجر کی نماز میں وہ (حضرت عبداللہ بن عباسؓ) فرماتے ہیں کہ میں وضو کر رہا تھا۔ انھوں نے (حضرت عمرؓ) نے یہ کیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو آگے بڑھادیا اور خود وہ بیٹھ گئے یا لیٹ گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے مختصر سی نماز پڑھائی جیسے سورہ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ یا ان جیسی کوئی سورۃ پڑھی ہو۔ حضرت عمرؓ بہت لمبی نماز پڑھتے تھے۔ سورہ نحل ہے۔ چودھویں پارے میں تین پاؤ کی اور کبھی سورہ یوسف پڑھتے تھے جو تقریباً ڈھائی پاؤ کی ہے۔ اور لوگ جمع ہوجاتے تھے۔ اس وقت، تلاوت طویل ہوتی تھی نماز طویل ہوتی تھی۔ لوگ سب شریک ہوجاتے تھے۔ گویا سلام جب پھیرتے ہوں گے تو اِسفار میں پھیرتے ہوں گے۔ یہاں جناب نے نیت باندھی ہی تھی کہ حملہ ہوگیا اُنھوں نے یہ نہیں کیا کہ نماز توڑ دیتے بلکہ اُنھوں نے نماز کا جو اُصول تھا (کہ پیچھے سے کسی مقتدی کو آگے کر دیا جاتے) بڑی حاضر دماغی اور انتہائی حاضر دماغی۔ ایسا زبردست حادثہ پیش آیا۔ پھر بھی اتنا حاضر دماغ ہو آدمی کہ نماز نہ لوگوں کی خراب ہونے پائے اس اُصول کے مطابق اُنھوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھادیا۔ اُنھوں نے بھی بہت سمجھداری سے کام لیا۔ مختصر نماز پڑھادی کہتے ہیں کہ جو آگے تھے میرے ساتھ تھے وہ دیکھ رہے تھے کہ کیا پیش آیا اور جو پیچھے تھے اُنھیں پتہ ہی نہیں تھا کہ کیا ہوا؟ کوئی سبحان اللہ کہہ رہا تھا کوئی کچھ کہہ رہا تھا۔ مسجد کے دونوں دروازوں کی طرف سے یہ آوازیں آرہی تھیں اور اُنھوں نے نماز ختم کردی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا کہ اُنْظُرْ مَنْ قَتَلَنِیْ کس نے یہ قاتلانہ حملہ کیا ہے؟ معلوم کر کے آئے تو

معلوم ہُوا اور اُس میں سات آدمی کم از کم ورنہ گیارہ آدمی اور بھی زخمی ہُوئے اور اُن کی وفات بھی ہو گئی، ــــــــ پھر آخر میں یہاں یہ بھی لکھا ہُوا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسے کیا کہ ایک اونی کپڑا کھینچ کر ڈالا اس پر وہ اُلجھا، اُلجھ کر گرا، گرا تو پھر پکڑ لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَجْعَلْ مَیْتَتِیْ بِیَدِ رَجُلٍ یَدَّعِی الْاِسْلَامَ اللہ تعالیٰ کا میں شکر کرتا ہوں میری موت ایسے آدمی کے ہاتھ سے نہیں رکھی کہ جو اسلام کا دعوٰی کرتا ہو، یہاں یہ آتا ہے کہ تکلیف جو محسوس کر رہے تھے بے چینی، تو اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ پاس رہے وَکَاَنَّہٗ یُجَزِّعُہٗ باتیں کرنے لگے ایسے جیسے کہ تسلّی دیتے ہوں اور بہت ہی اچھے جُملے کہے یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا کُلَّ ذٰلِکَ لَقَدْ صَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ساری چیزیں ایسی نہیں ہیں کہ جو آپ کے لیے باعثِ تکلیف ہوں بلکہ بہت چیزیں آپ کے لیے باعثِ راحت بھی ہیں تو یہ جو آپ کو تکلیف ہے اس کو تھوڑا محسوس کریں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَہٗ اور اُن کے ساتھ بہت خوب صُورتی سے وقت گزارا ہے ثُمَّ فَارَقَکَ وَھُوَ عَنْکَ رَاضٍ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جُدا ہُوئے، دُنیا سے تشریف لے گئے وَھُوَ عَنْکَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ اَبَا بَکْرٍ فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَہٗ، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ نے اچھا سلوک کیا ثُمَّ فَارَقَکَ وَھُوَ عَنْکَ رَاضٍ اور جب وہ دُنیا سے رُخصت ہُوئے وہ بھی خوش تھے آپ سے اور اُن کی شخصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں سب سے بڑے درجہ کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخصیت اگر تھی ایسی کہ جس کی خوشنودی چاہی جائے اس لیے چاہی جائے کہ اللہ خوش ہوگا تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی تھے اور وہ جب گئے تو آپ کامیاب تھے، آپ اس بات میں کامیاب رہے کہ جب وہ گئے تو آپ سے وہ راضی تھے اور وہ اپنے قائم مقام کر گئے اپنی جگہ نامزد کر گئے۔ پھر مُسلمانوں کا اور معاملہ پڑا آپ کے ساتھ چونکہ آپ امیر المؤمنین ہو گئے۔ سارے رعایا بن گئے مُسلمان فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَھُمْ وَلَئِنْ فَارَقْتَھُمْ لَتُفَارِقَنَّھُمْ وَھُمْ عَنْکَ رَاضُوْنَ اگر آپ ان سے الگ ہُوئے آپ اُن سے الگ ہو کر اس وقت جائیں گے تو اس حال میں جائیں گے کہ یہ سارے کے سارے آپ سے خوش ہوں گے۔ بہت خوش ہیں آپ سے یہ سب علامتیں ہیں اس بات کی کہ اللہ آپ

سے خوش ہے، کیونکہ اللہ والے خوش ہیں کسی سے تو وہ علامت ہے اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ خوش ہیں اور اگر جن سے معاملہ پڑا ہو لین دین کا وہ خوش ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ معاملات میں صاف ہیں۔ خدا کے یہاں ان کا حساب نہیں ہوگا، سارے مسلمان آپ سے راضی ہیں جن میں اولیاء کرام بھی ہیں بڑے بڑے صحابہ کرام ہیں عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اور رعایا ہیں سب عام لوگ اگر آپ اب گئے تو سب راضی ہیں آپ سے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ تواضع کا غلبہ ان پر کتنا زیادہ تھا۔ فرماتے ہیں اس بارے میں کہ یہ جو تم نے ذکر کیا کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں رہا ہوں اور آپ مجھ سے خوش رہے ہیں تو یہ خدا کا احسان ہے جو اس نے مجھ پر کیا میں اس کا اہل نہیں تھا یہ خدا کا انعام اور احسان ہے پھر اسی طرح ابوبکرؓ کے ساتھ رہنا اور انکا خوش رہنا اور اُن کا دُنیا سے خوش جانا یہ بھی خدا کا احسان ہے جو تم نے ذکر کیا میری اپنی کوئی بات نہیں۔ فرمایا کہ یہ جو تم دیکھ رہے ہو کہ میں اس قدر بے چین ہوں تو اس بے چینی کی وجہ زخم کی تکلیف نہیں ہے بلکہ فَهُوَ مِنْ اَجْلِكَ وَمِنْ اَجْلِ اَصْحَابِكَ وہ تمہارے اور تمہارے جیسے دوسرے لوگ ۔۔ یعنی رعایا اور عام مسلمانوں کی طرف سے ہے کہ ان کا انتظام میں کیسے کروں؟ بعد میں آنے والا کون ہے؟ اُلجھن ہے مجھے واضح طور پر، ان کی تشویش ہے کہ یہ جو بعد میں حکومت ہے اسلامی حکومت اُمّتِ مُسلمہ، اس اُمتِ مُسلمہ کا کیا ہوگا میرے بعد؟ یہ میری سمجھ میں واضح طور پر نہیں آتا تو تشویش جو ہے یا بے چینی جو ہے وہ مجھے اس کی بے چینی ہے، میں تکلیف کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ موت آرہی ہے بے چین نہیں ہوں۔

اب کوئی خیال کرے گا کہ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے ـــــــ مطمئن ہوں کہ مجھے موت کی بے چینی نہیں ہے موت کا کوئی ڈر نہیں ہے یہ ہوسکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ بات آئے کیونکہ ان کی نیکیاں تھیں نیکیاں ہی نیکیاں تھیں جس وجہ سے بے چینی ان کو تھی ہی نہیں یہی وہ فرمارہے ہیں مجھے وہ بے چینی نہیں ہے اس وجہ سے نہیں ہے آخرت کے اعتبار سے نہیں ہے اِس کلام سے یہ سمجھ میں آتا ہے تو اس کا جواب دے رہے ہیں خود ہی فرمایا بات یہ ہے کہ آخرت کے معاملہ میں خُدا سے ڈرتا ہوں ـــــــــــ

اور خُدا سے اتنا ڈرتا ہوں اور اس کے عذاب سے وَاللّٰہِ لَوْ اَنَّ لِیْ طِلَاعَ الْاَرْضِ ذَھَبًا اگر میرے پاس اتنا سونا ہوتا کہ جو زمین کو بھر دے رُوئے زمین کو، لَا فْتَدَیْتُ بِہٖ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ خُدا کے عذاب سے اس کی گرفت سے مَیں اتنا ڈرتا ہُوں کہ مَیں وہ سارا سونا فدیہ دے دیتا صدقہ کر دیتا کہ عذابُ اللہ سے بچ جاؤں عذابُ اللہ سے بچنا تو بڑی بات ہے قَبْلَ اَنْ اَرَاہُ خُدا کا عذاب دیکھوں بھی نہیں دیکھنے سے بھی بچ جاؤں خدا کے عذاب کو تو یہ نہ سمجھنا کہ مَیں خدا سے بے خوف ہوں یا اپنے اعمال پہ مجھے بھروسہ ہے کہ میں بچ جاؤں گا نہیں ہے

اس حالت میں بھی آتا ہے حدیث شریف میں کہ ایک صاحب آئے اُنھوں نے کلمات کہے اس طرح سے جب جانے لگے تو اُن کے ٹخنے ڈھکے ہُوئے تھے آپ نے اُنھیں بُلایا واپس اور فرمایا کہ یَا ابْنَ اَخِیْ اِرْفَعْ ثَوْبَکَ یہ اپنا کپڑا جو ہے یہ اُونچا کرو یہ تہبند جو ہے وہ ذرا اُونچا رکھو اور فرمایا فَاِنَّہٗ اَنْقٰی لِثَوْبِکَ وَ اَتْقٰی لِرَبِّکَ اس میں خُدا کے نزدیک تقوٰی یہی ہے کہ ڈھکے نہ رہیں اور تمہارے کپڑے کے اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو کپڑا خراب اور گیلی جگہ لگنے سے بچا رہے گا۔ وہ بھی اس طرح کہ وہ کپڑا ذرا اُونچا رہے اور اگر کپڑا نیچے گر جاتا ہے، وہ زمین سے لگے گا۔ کسی گیلی جگہ بھی لگ سکتا ہے گندا بھی ہو سکتا ہے ناپاک بھی ہو سکتا ہے تو اس واسطے اس سے بچنا چاہیے، گویا وفات کا وقت قریب ہے ـــــ زخمی حالت میں ہیں اُس وقت یہ حال ہے کہ ایک کلمہ اگر وہ کہہ سکتے ہیں اور بتلا سکتے ہیں تو وہ بتلا رہے ہیں اور اس میں ذرا سا بھی اُنھیں تأمّل نہیں ہو رہا کہ میں توقف کرلوں بُلالیا اور فوراً یہ بات فرما دی کہ دیکھو اس طرح کرو اس طرح نہ کرو کہ منع ہے شریعت میں اور یہ دُرست نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت میں اپنے فضل و کرم سے اُن حضرات کا ساتھ نصیب فرمائے۔ (آمین)